An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Volume: 04, Issue: 01, 2024, Pages: 12-27

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

تفسیر ترجمان القرآن (مولانا ابوالکلام آزاد) کے تفسیری تفردات

THE EXEGETICAL SPECIALTIES OF TAFSEER TARJUMAUL QUR'AN BY MAUALAN ABUL KALAM AZAD

Dr Muhammad Zohaib Hanif[1], Dr Hafiz Faiz Rasool[2].

[1]Specialist (Islamiat), The Aga Khan University Examination Board, Karachi, Sindh, Pakistan.

[2]Assistant Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali, Mianwali, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category

HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	January 25, 2024
Revised:	March 06, 2024
Accepted:	March 09, 2024
Available Online:	March 13, 2024

Keywords:

Tafseeri Manjah

Tafseeri Tafarudat

Makrullah

Aziz-e-Misar

Ashab-e-Kahaf

Funding:

This research received no specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

ABSTRACT

After the time of the Holy Prophet (PBUH), The work on the interpretation of the Holy Qur'an began to be done from different angles. The people who resorted to the *Ahadiths* tried to interpret each verse from the *Ahadiths* and were quite successful in this, but one problem was that the verifying of the *Ahadiths* arose whether they really interpreted the Holy Qur'an. This was further worked on later. In the same way, those who started the work on opinion laid down rules for opinion so that no one could go astray while interpreting the Holy Qur'an. Maulana Abul Kalam Azad is one of the commentators on the principles of opinion. The scholarly position of Maulana Abul Kalam Azad is not hidden from anyone; the work he has done on history, politics, and religion scholars still benefit from his works. Maulana brought the subject to completion. If a list of 'scholarly' personalities is made in the history of India, then Maulana Abul Kalam Azad will appear in the initial numbers. Maulana's most important work is '*Tafseer Tarjuman-ul-Qur'an*.' The important topics discussed by Maulana in his Tafseer, such as research work, will be seen less in Urdu Tafaseer. This is not an exaggeration; for example, the research material that Maulana has included in his Tafsir regarding 'Ashab-e-Kahaf' and '*Zul*-Qarnain will not be seen anywhere in Urdu *Tafseer*. Here, along with the understanding of Maulana's exegesis method, the merits of exegesis will be discussed in detail.

Corresponding Author's Email: drhfrasool@umw.edu.pk

مولانا ابوالکلام آزاد کا علمی مقام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، تاریخ، سیاست اور مذہبیات پر جو کام کیا ہے، اہلِ علم آج تک ان کے کاموں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے پایۂ تکمیل تک ہی پہنچایا۔ ہندوستان کی تاریخ میں 'علمی' شخصیات کی فہرست بنائی جائے تو اس میں 'مولانا ابوالکلام آزاد' ابتدائی نمبروں پر نظر آئیں گے۔ مولانا کا اہم ترین کام 'تفسیر ترجمان القرآن' ہے۔ اس تفسیر میں مولانا جن اہم موضوعات کو زیرِ بحث لائے ہیں، اردو تفاسیر میں اس طرح کا تحقیقی کام کم نظر آئے گا۔ یہ مبالغہ نہیں ہے، مثلاً 'اصحٰبِ کہف' اور 'ذوالقرنین' کے حوالے سے جو تحقیقی مواد مولانا نے اپنی تفسیر میں شامل کیا ہے وہ اردو تفاسیر میں کہیں نظر نہیں آئے گا۔

یہاں تفسیر ترجمان القرآن سے متعلق جن تفسیری محاسن پر گفتگو کی جائے گی وہ کچھ اس طرح سے ہیں: ۱۔ مولانا کے تفسیری اصولوں کا جائزہ۔ ترجمان القرآن کے تفسیری تفردات۔ ۲۔صراط الذین انعمت علیھم، غیر المغضوب علیھم ولاالضالین کی تشریح۔ ۳۔قرآنِ مجید پر غور و فکر صرف علمائے کرام کے لیے! ۔۴۔ مکر اللہ کی تحقیق۔ ۵۔ مشرکین کے نجس ہونے کی تحقیق۔ ۶۔ غیر مسلموں کو مسجدِ حرام جانے کی اجازت۔ ۷۔ عزیزِ مصر اور اس کی بیوی۔ ۸۔اصحابِ کہف پر تحقیق۔ ۹۔ذوالقرنین پر تحقیق۔

مولانا کے تفسیری منہج

''مولانا ابوالکلام آزاد نے ''البلاغ'' سے قرآنِ مجید کا ترجمہ و تفسیر کا آغاز کیا اور قرآنِ مجید کی پہلی جلد ستمبر ۱۹۳۱ء میں شایع کرنے میں ہو گئے۔''[1] مولانا کی زندگی میں دو جلدیں آئیں، تیسری جلد ان کے انتقال کے بعد شائع ہوئی۔

تفسیر ترجمان القرآن کے حوالے سے ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی لکھتے ہیں:

> ''یہ پورا مجموعہ تین جلدوں پر منقسم ہے۔ پہلی دو جلدیں مولانا ابوالکلام آزاد کے غور و فکر کا نتیجہ ہیں جو ان کی زندگی ہی میں مرتب و مدون ہو کر منظرِ عام پر آ چکی تھیں۔ تیسری جلد ان کے معتقد مولانا غلام رسول مہر نے مولانا کا غیر مرتب و غیر مطبوعہ مواد جمع کر کے ترتیب دی اور شائع کی۔''[2]

مولانا نے ترجمہ انتہائی سادہ اور سلیس زبان میں کیا، اس حوالے سے وہ اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:

> ''میں نے تجربہ کے لئے سورۃ بقرہ کا مجرد ترجمہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو دیا جو اردو کی آسان کتابیں روانی کے ساتھ پڑھ سکتا تھا۔ پھر ہر موقع پر سوالات کر کے جانچا جہاں تک مطلب سمجھنے کا تعلق ہے وہ ایک مقام پر بھی نہ اٹکا اور تمام سوالوں کا جواب دیتا گیا۔ پھر ایک دوسرے شخص پر تجربہ کیا جس نے بڑی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اور ابھی اس کی استعداد سے آیا وہ نہیں کہ اردو کے تعلیمی رسائل بہ

آسانی پڑھ لیتا تھا۔ یہ تین جگہ تین فارسی لفظوں پر اٹکا لیکن مطلب سمجھنے میں اسے کوئی بھی رکاوٹ پیش نہ آئی میں نے وہ الفاظ بدل کر

نسبتاً زیادہ سہل الفاظ رکھ دیئے۔"[3]

اس اقتباس سے مولانا کی ذہنی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عوام الناس کو قرآن فہمی کا شعور دلانے کے لیے آخر درجے تک جا رہے تھے۔اسی لیے عوام الناس کی تفہیم و تبیین کا خیال بھی رکھا۔ یاد رہے کہ الفاظ اپنے معانی کے لحاظ سے ہر زمانے میں بدلتے رہتے ہیں۔ موجودہ دور میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس تفسیر میں الفاظ بہت مشکل ہیں تو اس کے لیے عرض یہ ہے کہ اس تفسیر کو اس زمانے میں رکھ کر دیکھا جائے تو واقعی الفاظ نہایت سلیس اور آسان تھے۔اس زمانے میں اردو کی تحریروں میں جس طرح استعارات، تشبیہات وغیرہ استعمال ہوتے تھے، مولانا نے انھیں انتہائی سہل کر دیا۔آج بھی ایک اردو زبان جاننے والوں کے لیے ترجمہ اتنا مشکل نہیں ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مقدمہ میں تفسیر سے متعلق ۱۴ اصولوں پر بات کی ہے، جن میں وہ تاریخِ تفسیر بھی بیان کرتے ہیں، مسلمانوں کے زبوں حالی پر بھی گفتگو کرتے ہیں، تفسیری شرائط پر بھی بات کرتے ہیں۔ مثلاً عربیت کے ذوق کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"قرآن کی صحت فہم کے لئے عربی لغت و ادب کا ذوق شرطِ اول ہے، لیکن مختلف اسباب سے جن کی تشریح محتاجِ تفصیل ہے یہ ذوق کم ناپڑ گیا، یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب مطالب میں بے شمار الجھاؤ محض اس لئے پڑ گئے کہ عربیت کا ذوقِ سلیم باقی نہ رہا اور جس زبان میں قرآن نازل ہوا تھا۔اس کے محاورات و مدلولات سے کب قلم بعد ہو گیا۔"[4]

عام طور پر مذہبی کتب میں جو بحث کی جاتی ہے، وہ راجح اور مرجوح پر ہی ہوتی ہے، جو قول دلائل کی بنیاد پر راجح ہوتا ہے، اسے ہی قبول کیا جاتا ہے، اس کے برعکس عہدِ تدوین میں تفاسیر سے متعلق اس کے بالکل برعکس ہوا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

"قرونِ اخیرہ میں درس و متداول کے لئے وہی تفسیریں مقبول ہوئیں جو قدماء کے محاسن سے یک قلم خالی تھیں۔ وقت کا یہ سوءِ انتخاب ہر علم و فن میں جاری رہا۔ جو زمانہ جرجانی پر سکاکی کو، اور سکاکی پر تفتازانی کو ترجیح دیتا تھا۔ یقیناً اس کے دربار سے بیضاوی دور جلالین ہی حد کو حسن قبول کی سند مل سکی تھی۔۔۔ متداول تفسیریں دیکھیں جس مقام کا تفسیر میں متعدد اقوال موجود ہونگے وہاں اکثر اس قول کو ترجیح دیں گے جو سب سے کمزور اور بے محل ہو گا وہ قول نقل کریں گے، ان میں بیشتر قول موجود ہو گا لیکن نظرانداز کر دیں گے۔"[5]

اس کی ایک مثال تفسیر کے حوالے سے کچھ اس طرح دیتے ہیں کہ:

" قرآن کا کوئی ایک مقام لے لو۔ پہلے اس کی تفسیر صحابہ و تابعین کی روایات میں ڈھونڈو۔ پھر بعد کے مفسرین کی طرف رخ کرو۔ اور دونوں کا مقابلہ کرو صاف نظر آجائے گا کہ صحابہ و سلف کی تفسیر کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ بعد کی بے محل دقیقہ سنجیوں نے اسے کچھ سے

کچھ بنادیا اور الجھاؤ پیدا ہو گئے، مثلاً سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کی نسبت حضرت عبداللہ ابنِ عباس اور ابنِ مسعود سے مروی ہے کہ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ سے مقصود عرب کے اہلِ ایمان ہیں اور والذین یؤمنون بما انزل الیک سے اہلِ کتاب امام ابنِ جریر نے بھی یہی تفسیر اختیار کی لیکن بعد کے مفسر اس پر قانع نہیں ہوئے۔ اور عجیب دور از کار بحثیں پیدا کر دیں، نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ھدی للمتقین کی نشست بگڑی۔ پھر قرآن نے تین گروہوں کی تقسیم کر کے جس بات پر زور دیا تھا اس کی ساری خوبی اور حقیقت گم ہو گئی"[6]

مولانا نے اپنی بات یہی ختم نہیں کی بلکہ اس کی بہت سی مثالیں بیان کی، مثلاً تفسیر بالرائے سے متعلق لوگوں نے جس طرح چاہا آیات کو اپنے مدلول پر ڈھال لیا اور جس طرح چاہا اس کی حقیقت کو رد کر دیا۔ یعنی رائے کا اصل مفہوم ہی گم کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"مثلاً، جب باب عقائد میں رد و کد شروع ہوئی تو مختلف مذاہب کلامیہ پیدا ہو گئے۔ ہر مذہب کے مناظر نے چاہا کہ اپنے مذہب پر نصوصِ قرآنیہ کو ڈھالے۔ وہ اس کی جستجو میں نہ تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے، بلکہ ساری کاوش اس کی تھی کہ کسی طرح اپنے مذہب کا موئد دکھادیں۔ اس طرح کی تفسیر، تفسیر بالرائے تھی"[7]

یہی معاملہ مولانا نے اسرائیلیات سے متعلق لکھا ہے کہ اسرائیلی روایات لوگوں میں سرائیت کر گئی تھی[8]۔ مولانا نے گذشتہ تفاسیر میں جو کچھ دیکھا اگر اس کو سامنے رکھا جائے تو اس کا خلاصہ کچھ اس طرح بنتا ہے:

- قرآن کو سمجھنے کے لئے عربی کا ذوق شرطِ اول ہے۔
- مسلمانوں پر اسرائیلی روایات کے منفی اثر چھائے رہے۔
- دورِ انحطاط میں مسلمانوں نے اندھی تقلید کی اور اگر کسی مفسر سے کوئی غلطی ہو گئی تو وہ نویں صدی تک چلتی رہی۔
- وہی تفسیریں مقبول ہوئیں جو قدماء کے محاسن سے یک قلم خالی ہیں۔
- تفسیر بالرائے کے معاملے میں لوگوں نے قرآنی آیات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جس سے قرآنِ مجید کا اصل مقصود فوت ہو گیا۔

تبصرہ

مولانا کے تفسیری اصولوں کو سامنے رکھ کر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مولانا مسلمانوں کی تاریخ کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا اور خاص کر تفسیر کے حوالے سے ان کی نظر بہت وسیع ہے۔ مولانا نے پہلی صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک کے مفسرین کو سامنے رکھ کر اپنا نقطۂ نظر پیش کیا اور واضح کیا کہ مسلمانوں کے دورِ زوال یا دورِ انحطاط میں علمِ تفسیر میں کوئی خاص کارنامے انجام دیئے بلکہ ایسی تفاسیر لکھی جو بے معنی تھیں۔ جس کے لئے مولانا نے بیضاوی اور جلالین کی مثالیں

دیں۔اس طرح مولانا کے نزدیک تفسیر بالرائے غلط نہیں بلکہ اس سے تفکر، تعقل کا دروازہ کھلتا ہے۔ مسلمانوں کی اندھی تقلید کا یہ عالم تھا کہ غلطیوں کی اصلاح کرنے کے بجائے ان غلطیوں کا دفاع کیا۔ جس سے معاملات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ بہر حال بحیثیتِ مجموعی مولانا نے تفسیر کے اصولوں میں ایک تاریخ کا خلاصہ سامنے رکھ دیا ہے جو ہر خاص وعام کے لئے مفید ہے۔

ترجمان القرآن کے تفسیری محاسن

قرآنِ کریم کی حیثیت ایک مکمل ضابطہء اخلاق اور جامع دستورِ معاشرت وتمدن کی ہے۔اسی نقطۂ نظر سے مولانا نے قرآن دیکھا اور سمجھا اور اسی انداز سے سمجھانے کی کوشش کی۔اس سعی میں اُنھیں کل ۲۷ برس لگے،انھوں نے خود کس طرح قرآن کو سمجھا، وہ خود لکھتے ہیں:

> ''اس پورے سلسلۂ ترجمہ وتفسیر کی نسبت کہدینا ضروری نہیں، کامل ستائس ۲۷ برس سے قرآن میرے شب وروز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے۔اس کی ایک ایک سورۃ، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلوں پر طے کئے ہیں۔ تفاسیر وکتب کا جتنا مطبوعہ وغیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گزر چکا ہے۔''[9]

یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے اگر صرف ''سورہ فاتحہ'' کی تفسیر پڑھی جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ ابوالکلام آزاد کا دعویٰ غلط نہیں تھا بلکہ جو کہا سچ کہا۔

صراط الذین انعمت علیهم، غیر المغضوب علیهم ولا الضالین (القرآن،۱:۷) کی تشریح

سورۃالفاتحہ کی آیت نمبر ۷ کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا جاتا ہے:

> ''راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ اُن کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔(مولانا احمد رضا خان بریلوی)''

الفاظ 'مغضوب' اور 'ضالین' کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

> ''جمہور علما کے نزدیک مغضوب سے مراد یہودی اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں اور ارشادِ نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے''[10]

مولانا ابوالکلام آزاد کا اس حوالے سے مؤقف الگ، اُن کے نزدیک براہِ راست یہاں یہود و نصاریٰ مراد نہیں ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''احادیث اور آثار میں جو اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے اس سے حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ ترمذی اور احمد بن حبان وغیر ھم کی مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''المغضوب'' یہودی ہیں اور ''الضالین'' نصاریٰ ہیں یقیناً اس تفسیر کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ مغضوب سے مقصود صرف پیروی اور گمراہ سے مقصود صرف نصاریٰ ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ مغضوبیت اور

گمراہی کی حالت واضح کرنے کے لئے دو جماعتوں کا ذکر بطور مثال کر دیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں جماعتوں کی تاریخ میں ہم محرومی کی دونوں حالتوں کا نمونہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہودیوں کی قومی تاریخِ مغضوبیت کے لئے اور عیسائیوں کی تاریخ گمراہی کے لئے عبرت وتذکیر کا بہترین سرمایہ ہے۔"[11]

قرآنِ مجید پر غور وفکر صرف علمائے کرام کے لیے ہے!

سورہ نساء کی آیت نمبر ۸۲ میں ارشاد ہوا:

"أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً۔"

پھر کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ (ترجمہ فتح محمد جالندھری)

اس آیت کی تشریح میں صاحبِ معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب میں غور کرے، لٰہذا یہ سمجھنا کہ قرآن میں تدبر کرنا صرف اماموں اور مجتہدوں ہی کے لئے صحیح نہیں ہے۔ البتہ تدبر اور تفکر کے درجات علم وفہم کے درجات کی طرح مختلف ہونگے۔ آئمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا۔ عام علماء کا تفکر ان مسائل کو سمجھنے تک پہنچے گا۔[12]"

مفتی شفیع نے اس میں آئمہ ومجتہدین ہونے کی شرط لگادی ہے کہ وہ مزید مسائل نکالے گا۔ آیتوں پر غور وفکر کرکے اور یہ صحیح بھی ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کا مخاطب انسان ہے۔ آزاد نے اس آیت کی تفسیر کچھ اس طرح کی ہے کہ:

"قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب پر غور وفکر کرے پس یہ سمجھنا کہ وہ صرف اماموں اور مجتہدوں لے کے سمجھنے کی چیز ہے صحیح نہیں ہے۔ غور وفکر وہی کر سکتا ہے جو مطالب سمجھے۔ اور جو اپنی سمجھ بوجھ سے کام لیتا ہو اور دلائل وجود سے نتائج نکال سکے۔ پس مقلد اعمیٰ (یعنی اندھی تقلید کرنے والا) قرآن میں غور وفکر کرنے والا نہیں ہو سکتا۔"[13]

مکر اللہ کی تحقیق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ۔" (القرآن، ۷:۹۹)

اس آیت کے ترجمے میں موجود لفظ 'مکر' کے لیے مترجمین نے مختلف معانی لکھے ہیں، ترجمے کے چند نظائر یہاں سپردِ قرطاس کیے جاتے ہیں:

''کیا لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔''(مولانا مودودی)

''کیا اللہ کی خفی تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے نذر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔''(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

یہاں مکر کے ترجمے، داؤ، چال اور تدبیر سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ شاید عام چال، تدبیر ہے۔ در حقیقت ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ خدائی کام ہیں، اس ضمن میں 'مکر اللہ' کی تفسیر میں مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''آیت ۹۹ کا مطلب تم سمجھے؟ عربی میں ''مکر'' کے معنی مخفی داؤ اور تدبیر کے ہیں' غور کرو فطرت کے داؤ کیسے مخفی اور ناگہانی ہوا کرتے ہیں؟ زلزلہ کے اسباب شب و روز نشوونما پاتے رہتے ہیں۔ سیلاب ایک لمحہ کی برف باری ہی کا نتیجہ نہیں ہوتا' آتش فشاں پہاڑوں کا لاوا برسوں تک کھولتا رہتا ہے تب کہیں جا کر پھٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ فطرت چپکے چپکے سے یہ کام کرتی رہتی ہے لیکن ہم ہیں کہ اس کی گود میں کھیلتے کودتے رہتے ہیں' ایک لمحہ کے لے بھی اس کا گمان نہیں ہوتا کہ غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔ یہاں تک کہ اچانک اس کا داؤ نمودار ہو جاتا ہے اور ہم ایک قلم کب غفلت و سرمستی میں سرشار ہوئے ہیں۔''[14]

مشرکین کے نجس ہونے کی تحقیق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ یَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا" (القرآن،۹:۲۸)

''اے ایمان والو، مشرکین ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔''(ترجمہ مودودی)

اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ تفہیم القرآن، مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''یعنی آئندہ ان کا حج ان کی زیارت ہی بند نہیں بلکہ مسجدِ حرام کے حدود میں ان کا داخلہ بھی بند ہے تاکہ شرک و جاہلیت کے اعادے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ 'ناپاک' ہونے سے مراد یہ نہیں کہ بذاتِ خود ناپاک ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کے ان کے اعتقادات، ان کے اخلاق، ان کے اعمال اور ان کے جاہلانہ طریقِ زندگی ناپاک ہیں اور اسی نجازت کی بنا پر حدودِ حرم میں ان کا داخلہ بند کیا گیا ہے۔''[15]

اس آیت کی تشریح میں مولانا نے ''مشرکین'' کے نجس ہونے کے حوالے سے بہت عمدہ نکتہ اٹھایا ہے ان کے نزدیک مشرکین کے نجس ہونے کا مطلب ''قلبی نجاست'' ہے وہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں مشرکوں کے نجس ہونا مقصود ان کی قلبی نجاست ہے نہ کہ جسمانی کیوں کہ اسلام کسی انسان کے جسم کو ناپاک قرار نہیں

دیتا اور ہر انسان کو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے چھوت چھات کی ہر قسم اور ہر شکل کو ناجائز قرار دیا ہے۔"[16]

غیر مسلموں کو مسجد حرام جانے کی اجازت ہے!

اسی آیت کے اگلے حصے میں مسجد میں داخل ہونے کی پابندی عائد کی گئی ہے۔اس ضمن میں مولانا لکھتے ہیں:

"بالاتفاق یہ حکم صرف خانہ کعبہ سے تعلق رکھتا ہے، عام مساجد میں غیر مسلموں کے لئے کوئی شرعی روک نہیں۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلام نے یمن کے عیسائیوں اور طائف کے مشرکوں کو اپنی مسجد ٹھہرایا تھا۔"[17]

عزیزِ مصر اور اس کی بیوی

قرآن میں سورہ یوسف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جسے قرآن نے "احسن القصص (۱۲:۳)" کہا ہے۔اس سورۃ میں مختلف کرداروں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام، ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹے۔اسی طرح اس واقعہ میں عزیزِ مصر اور اس کی بیوی کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔ مفسرین نے عزیزِ مصر کی بیوی اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعات میں ایسے قصے شامل کردیئے ہیں جس کا قرآنی آیات سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔اسی طرح مولانا نے ایک اہم بات کی طرف خاص نشان دہی کی ہے کہ عزیز مصر کو بیوی نے اتنا بڑا جرم کیا لیکن اس کے باوجود اس کے شوہر نے چھوڑ دیا، یہاں ملخص کے طور پر مولانا کے الفاظ سپرد قرطاس کیے جاتے ہیں:

- الفاظ "إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيم" (۱۲:۲۸) کہنے کے باوجود اس نے اس معاملے کو زیادہ اہمیت نہ دی بلکہ بیوی سے کہا کہ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنبِکِ إِنَّکِ کُنتِ مِنَ الْخَاطِئِیْن۔" (۱۲:۲۸)
- پھر اس طرح آزاد چھوڑ دیا جس طرح پہلے تھی۔

مفسرین دو دہائی بیشتر کی مصری معاشرت اور اس کے اخلاقی احساسات کو اپنے وقتوں کو معاشرت واحساسات پر قیاس کیا اسی کے مطابق توجیہات کے جامے تراشنے لگے۔

- توجیہات پیش کرنے کے بجائے قرآن اور اس زمانے کے حالات پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے اس زمانے میں "عورتیں اپنے اعمال تصرف میں بالکل آزاد تھیں۔"
- عورتیں مردوں کے دباؤ میں رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

- ازدواجی زندگی میں ان کا پلڑا بھاری رہتا تھا۔
- لوگ سب کچھ جانتے تھے اور پھر اسے ناگزیر حالت سمجھ کر برداشت کر لیا کرتے تھے۔
- امرءۃ العزیز کے عہد سے لے کر کلیوپیٹرا تک وہ صرف نسوانی حسن و جمال ہی نہیں بلکہ ازدواجی زندگی کی بے باکیوں اور مطلق العنانیوں میں شہرہ آفاق رہا۔
- بس عزیزِ مصر کے طرزِ عمل کے لئے اس کے سوا کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں کہ مصر کے ایک امیر کا طرزِ عمل تھا اور ایسا ہی ہونا تھا۔ اس نے بیوی کو ملامت کر دی کہ قصور تیرا ہی ہے۔ یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اس بات کو اور آگے نہ بڑھانا اور معاملہ ختم ہو گیا۔"[18]

اصحافِ کہف پر تحقیق

قرآنِ مجید میں سورۃ الکہف میں یہ قصہ آیت نمبر ۹ سے ۲۱ تک تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

" اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۔ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا۔ نَّحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۚاِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى۔ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۔ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوُوٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۗ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِىْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَآ ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ ۖ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔" (القرآن، ۱۸: ۹تا۲۱)

کیا تمھیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی کوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی ہے۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر، تو ہم نے اس غار میں ان

کے کانوں پر گنتی کے کرئی برس تھپکا۔ پھر ہم نے انھیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہ میں کون ان کے ٹہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔ ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمھیں سنائیں۔ وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی۔ اور ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہو کر بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔ یہ جو ہماری قوم ہے اس نے اللہ کے سوا خدا بنا رکھے ہیں۔ کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی روشن سند، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر ظلم باندھے۔ اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمھارا رب تمھارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمھارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ اور اے محبوب! تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جسے اللہ کی راہ دے تو وہی راہ پر ہے، اور جسے گمراہ کرے تو ہر گز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔ اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر اے سننے والے اگر تو انھیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے۔ اور یوں ہی ہم نے ان کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں ان میں ایک کہنے والا بولا تم یہاں کتنی دیر رہے۔ کچھ بولے کہ ایک دن رہے یا دن سے کم دوسرے بولے تمھارا خوب جانتا ہے جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ تمھارے لیے اس میں سے کھانے کو لائے اور چاہیے کہ نرمی کرے اور ہر گز کو تمھاری اطلاع نہ دے۔ بے شک اگر وہ تمھیں جان لیں گے تو تمھیں پتھراؤ کریں گے یا اپنے دین میں پھیر لیں گے اور ایسا ہوا تو تمھارا کبھی بھلا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو اطلاع کر دی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ، ان کا رب انھیں خوب جانتا ہے، وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (مولانا احمد رضا خان بریلوی)

اصحٰبِ کہف کے حوالے سے مولانا نے پورا ایک رسالہ لکھا ہے اور جتنی شرح و بسط کے ساتھ اصحافِ کہف اور ذوالقرنین پر تحقیق کی ہے اس سے پہلے شاید ہی کسی نے اتنی عمدہ تحقیق کی ہو۔ اصحافِ کہف کون تھے؟ کتنے تھے؟ کس زمانے کے تھے؟ ان کا مذہب کیا تھا؟ رقیم سے کیا مراد ہے، وغیرہ، یہاں مولانا کی تحقیق خلاصے کے طور پر سپردِ قرطاس کی جا رہی ہیں۔

- مسیحی مذہبی فرقے کے ابتدائی قرنوں میں متعدد ایسے واقعات گزرے ہیں کہ راسخ الاعتقاد عیسائیوں نے مخالفوں کے ظلم و وحشت سے عاجز آکر غاروں میں پناہ لی اور آبادیوں سے آکر کنارہ کش ہو گئے۔
- ''الرقیم'' بعض آئمہ تابعین نے اس کا مطلب یہی سمجھا کہ یہ سفیر کا نام ہے لیکن چونکہ اس نام کا کوئی عام طور پر سفیر نہ تھا اس لئے اکثر مفسرین اس طرف چلے گئے کہ یہاں ''رقیم'' کے معنی کتابت کے ہیں۔
- رقیم وہی لفظ ہے جسے توراۃ میں ''راقیم'' کہا گیا ہے اور درحقیقت ایک شہر کا نام تھا جو آگے چل کر ''پیٹرا'' کے نام سے مشہور ہوا اور عرب اسے 'بطرا' کہنے لگے۔
- یہ علاقہ قبطی قبائل کا علاقہ تھا اور اس کی ایک پہاڑی سطح پر ''راقیم'' نامی شہر آباد تھا۔
- قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ''اس واقعہ کی عرب میں شہرت تھی لوگ اس بارے میں بحثیں کیا کرتے تھے''۔
- جو لوگ خدا پرستی کی راہ اختیار کرتے تھے ان کی مخالفت تمام باشندے کمربستہ ہو جاتے اور اگر وہ اپنی روش سے باز نہ آتے تو سنگسار کرتے۔
- ''ضرب علی الآذن'' کے صاف معنی تو یہ ہیں کہ ان کے کان دنیا کی طرف سے بند ہو گئے یعنی دنیا کی کوئی صدا ان تک نہیں پہنچتی تھی لیکن مفسرین نے اسے نیند پر محمول کیا ہے یعنی ان پر نیند طاری ہو گئی تھی۔
- گہری نیند کی حالت کو ضرب علی الاذن کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے۔
- یہ بات کہ ایک آدمی پر غیر معمولی مدت تک نیند کی حالت طاری رہے اور پھر بھی زندہ رہے طبّی تجارب کے مسلمانوں میں سے ہے اور اس کی مثالیں ہمیشہ تجربہ میں آتی رہتی ہیں۔
- **اصحافِ کہف مردہ یا زندہ:** مسیحی دعوت کے ابتدائی قرنوں ہی میں زہد و انزوا کی ایک خاص زندگی شروع ہو گئی تھی جس نے آگے چل کر رہبانیت (صناسٹک ازم) کی مختلف شکلیں اختیار کر لیں، لوگ ترک علائق کے بعد کسی پہاڑ میں یا کسی غار میں یا کسی غیر آباد گوشہ میں معتکف ہو جاتے اور پھر ان پر استغراق عبادت کی ایسی حالت طاری ہو جاتی کہ وضع و نشست کو جو حالت اختیار کر لیتے اسی میں پڑے رہتے یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی۔ مثلاً اگر قیام کی حالت میں مشغول ہوتے تھے تو برابر ہی کھڑے رہتے اور اسی حالت میں جان دے دیتے۔
- یہ لوگ غذا کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہوتے۔
- عبادت کا استغراق جستجو کی مہلت ہی نہیں دیتا۔

- جس طرح زندگی میں انہیں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اسی طرح مرنے کے بعد کوئی اس کی جراءت نہ کرتا مدتوں ان کی نعشیں اسی حالت میں باقی رہتی جس حالت میں انہں نے زندگی کے آخری لمحے بسر کئے تھے۔
- اصحاف کہف کا معاملہ بھی تمام تر اسی نوعیت کا تھا۔
- ان لوگوں کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ جس شخص نے ذکر و عبادت کی جو وضع قطع اختیار کر لی تھی وہی وضع آخری لمحوں تک باقی رہی۔
- "وَلَبِثُوا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِءَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعا" کا مطلب کیا ہے؟
- کیا یہ خود قرآن نے تشریح کی ہے کہ وہ لوگ اتنی مدت تک غار میں پڑے رہے؟
- اگر ایسا ہے تو پھر یہ کیوں فرمایا "قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا"؟
- مفسرین کو اس اشکال کو دور کرنے میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے ہیں حالانکہ صاف مطلب وہی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے قول نقل کیا ہے یعنی لوگ کہتے ہیں غار میں تین سو برس تک رہے بعضوں نے اس پر نو سو برس اور بڑھا دیئے۔ تم کہدو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ فی الحقیقت کتنی مدت گزر چکی ہے۔"[19]

ذوالقرنین کون تھے

مولانا نے ذوالقرنین کے واقعہ کو تاریخی شہادتوں سے واضح کیا ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح اصحابِ کہف سے پہلے ایسے نہیں لکھا گیا تھا اسی طرح ذوالقرنین پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا۔ مولانا نے اس پر قلم اٹھایا اور خوب لکھا۔ یہ بحث شرح وبسط کے ساتھ لکھی گئی ہے، جس کا یہاں پر صرف خلاصہ کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

- ذوالقرنین کون تھا؟
- اس کی تین مہمات کس نوعیت کی تھیں؟
- کیا وہ نبی تھے یا بادشاہ؟
- یاجوج ماجوج سے کس طرح نجات دلائی؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَيَسْأَلُونَكَ عَن ذِیْ الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْراً۔ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِيْ الْأَرْضِ وَ آتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبا۔ فَأَتْبَعَ سَبَباً۔ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَہَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِءَةٍ وَوَجَدَ عِندَہَا قَوْماً قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا

أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْناً۔قَالَ أَمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَاباً نُّكْراً۔ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُ جَزَاء الْحُسْنَى وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْراً۔ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَباً۔ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْراً۔ كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْراً۔ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَباً۔حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْماً لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً۔قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجاً عَلَى أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدّاً۔ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْماً۔ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَاراً قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْراً۔فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْباً قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاء وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاء وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقّاً۔وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعاً۔وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِينَ عَرْضاً۔ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاء عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعاً۔" (الکہف:۸۳تا۹۶)

مفسرین کی مشکلات اور مولانا کی علمی کاوش (ملخص)

- "لفظ "قرن کے صاف معنی سینگ کے ہیں پس ذوالقرنین کا مطلب ہوا دو سینگوں والا لیکن چونکہ تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں ملا جس کا ایسا لقب رہا ہو اس لئے مجبوراً "قرن" کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنے پڑے۔
- مغرب و مشرق کی حکمرانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت سب سے زیادہ مشہور رہی ہے۔اسی لئے متاخرین کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں چنانچہ امام رازی نے سکندر ہی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے۔
- حالانکہ کسی اعتبار سے بھی قرآن کی ذوالقرنین سکندر مقدونیہ نہیں ہو سکتا وہ نہ خدا پرست تھا۔نہ عادل نہ مفتوح قوموں کے لئے فیاض تھا اور نہ ہی اس نے سد بنائی۔
- ذوالقرنین کا اشارۃ حضرت دانیال کی کتاب میں ملتا ہے یعنی ایک خواب جو انہوں نے بابل کی اسیری کے زمانے میں دیکھا تھا۔
- **خواب:** میں دیکھتا ہوں کہ ندی کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے پیچھے۔
- میں نے دیکھا کہ پچھم اترا اور دکھن کی طرف وہ سینگ مارتا ہے۔یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا اور وہ بہت بڑا ہو گیا۔
- میں یہ بات سوچ رہا تھا پچھم کی طرف سے ایک بکرا آ کے تمام روئے زمین پر پھر گیا۔اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان عجیب سینگ تھا۔

- وہ دو سینگ والے مینڈھے کے پاس آیا اور اس پر غضب سے بھڑکا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور مینڈھے کو قوت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرے (دانیال ۸:۱)۔
- پھر جبرائیل نمایاں ہوا اور اس کے خواب کی یہ تعبیر بتلائی کہ دو سینگوں والا مینڈھا فارس کی بادشاہت ہے اور بال والا بکرا یونان کی۔ جو بڑا سینگ اس کی آنکھوں کے درمیان دکھائی دیا ہے وہ اس کا پہلا بادشاہ سے ہوگا۔

اس خواب کی تشریح

- فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی۔
- دونوں مملکتیں مل کر ایک شہنشاہی بننے والی تھی۔
- مینڈھے کو جس نے شکست دی وہ یونان کے بکرے کا پہلا سینگ تھا یعنی سکندر مقدونی تھا۔
- اس خواب میں بنی اسرائیل کے لئے بشارت یہ تھی کہ ان کی آزادی وہ خوشحالی کا نیا دور اسی دو سینگوں والی شہنشاہی کے ظہور سے وابستہ تھا۔
- برسوں بعد ''سائرس'' کا ظہور ہوا۔ اس نے میڈیا اور پارس کی مملکتیں ملا کر ایک عظیم الشان شہنشاہی قائم کر دی اور بابل پر پے در پے حملے کرکے اسے مسخر کر دیا۔
- ۱۸۳۸ کے ایک انکشاف نے جس کے نتائج بہت عرصے بعد منظرِ عام پر آئے اور اس قیاس کو تاریخی حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہوگیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا۔
- **مغربی مہم:** ایشیائے کوچک کی فتح۔
- اس نے فارس سے لیکر میڈیا تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حدِ نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا اور سورج کی لہروں میں ڈوب رہا تھا۔
- لشکر کشی جو اسے پیش آئی۔ صریح مغرب کی لشکر کشی تھی۔ کیوں کہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارہ تک پہنچ گیا یہ اسکے لئے مغرب الشمس کی آخری حد تھی۔
- **مشرقی مہم:** مشرقی مہم لیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے آئی تھی۔
- ''حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ'' (۱۸:۹۰) یہاں تک کہ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا۔ یہ مہم ''مشرق کے بعض وحشی اور صحرا نشیں قبائل کی سرکشی

اس کا باعث ہوئی تھی"۔

- جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی یعنی خانہ بدوش قبائل تھے۔
- خانہ بدوش سے مراد "بکٹریا یعنی بلخ کے علاقہ کے قبائل تھے۔
- **شمالی مہم:** تیسری لشکر کشی اس کے ایسے علاقے تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں بحر حذر (کاسپین) کو داہنی چھوڑتا ہوا کالیکشیا کے سلسلہ کوہ تک پہنچ تھا اور وہاں اسے ایک درہ جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیا تھا۔ اسی راہ سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ میں تاخت وتاراج کیا کرتے تھے اور یہیں اس نے سد تعمیر کی۔

سائرس اور سکندرِ اعظم کی فتوحات میں فرق:

- سکندر کی فتوحات صرف جسم کی فتوحات تھیں قہر وطاقت نے سر کیا تھا لیکن سائرس کی فتوحات روح ودلی کی فتوحات تھیں جنہیں انسانیت وفضیلت نے سر کیا تھا۔ "[20]

ماحاصل

ہماری متذکرہ بالا تحقیق کا ماحاصل درج ذیل ہے:

- ترجمان القرآن، تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا ایک بہترین امتزاج ہے۔
- مولانا نے تفسیر میں جو تحقیقی کام کیا ہے، اردو میں اب تک اس طرح کا کام نہیں ہوا ہے۔
- مولانا کے اپنے تفردات بھی اس تفسیر میں اپنی ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں۔

ترجمان القرآن کی تیسری جلد اگرچہ مولانا کی زندگی میں شائع نہیں ہو سکی، لیکن جو کام مولانا نے کر دیا وہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک راہ ہدایت بن گیا ہے۔

---

[1] ۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید محمود قاسم، الفیصل ناشران وتاجران، س ن، ۶۶/۱۔

Islami Encyclopedia, Syed Mahmood Qasim, Alfaisal Nashiran o Tajiran, Karachi.66/1

[2] ۔ ۴۷۔ اردو میں تفسیری ادب، ایک تاریخی اور تجزیاتی جائزہ، ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی، عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، گلشن اقبال، کراچی، ۱۹۹۶، ۳۵۵۔

Urdu me Tafseeri Adab, Ek Tarikhi aur tajziati Jaiza, Dr. Muhammad Nasim, Usmani, Usmania Acadamey, trust, (registed),Gulshan e Iqbal, Krachi, 1996,355

[3] ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۵۴/۱، ۵۳

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 53,54/1

4 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۵۰۔

Tarjuman ul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 50/1

5 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۵۰

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, ۵۰/1

6 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۴۹،۴۸

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 48,49/1

7 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۵۲

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 52/1

8 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۵۰

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 50/1

9 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۵۵

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 55/1

10 ۔ تفسیر، ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، تاریخ طباعت، ۱۹۹۵، ۱/ ۲۶۔

Tafseer Ziaul Qur'an, Peer Muhammad Karam Shaha al Azhari, Ziaul Qur'an Publication, Lahore, 1995 ,26/1

11 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۱/ ۲۶۲

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 262/1

12 ۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۹، ۲/ ۴۸۸۔

Ma'ariful Qur'an, Mufti Muhammad Shafi, Maktaba Ma'ariful Qur'an, 2009, Karachi, 488/2.

13 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۱۸۳۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 183/2

14 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۲۷۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 27/2

15 ۔ تفہیم القرآن، مولانا مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن۔ ۲/ ۱۸۶، ۱۸۷

Tafheemul Qur'an, Maulana Mododi, Idara tarjumanul Qur'an, Lahore, 186,187/2

16 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۱۳۵۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 135/2

17 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۱۳۵۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 135/2

18 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۳۲۶، ۳۲۷۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 326,327/2

19 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۴۶۳-۴۵۶۔

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 456-463/2

20 ۔ ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ۲/ ۴۶۴تا۵۰۳

Tarjumanul Qur'an, Maulana Abul Kalam Azad, Islami Academy, Urdu Bazar, Lahore, 464-503/2